نیا کلینڈر

اور

دوسری کہانیاں

صبح ۶ بجے — نیند سے بیدار ہونا	۱۰ سے ۵ اسکول
۶ سے ۶½ بجے تک — ضروریات سے	۵½ — گھر واپسی
۶½ سے ۷½ — انگریزی کی پڑھائی	۵½ سے ۶½ — آرام
۷½ سے ۸½ — حساب	۶½ سے ۷½ — سائنس کی پڑھائی
۸½ سے ۹½ — دیگر مضامین	۷½ سے ۸ — تاریخ کی پڑھائی
۹½ اسکول کے لیے روانگی	۸ بجے — رات کا کھانا۔ پڑھائی

قاضی مشتاق احمد

بچوں کے لیے دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں

نیا کلینڈر

اور

دوسری کہانیاں

از

قاضی مشتاق احمد

ترقی اردو بیورو نئی دہلی

NAYA CALENDER Aur Dosri Kahaniyan
By
QAZI MUSHTAQ AHMAD

سنہ اشاعت جنوری، مارچ 1993 شک 1914

پہلا اڈیشن : 2000
قیمت : =/7
سلسلۂ مطبوعات ترقی اردو بیورو 700
کتابت : حیات گونڈوی

ناشر : ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو، ویسٹ بلاک 8 آر کے پورم نئی دہلی-110066
طابع : جے کے آفسٹ پرنٹرز گلی گڑھیا۔ جامع مسجد دہلی

پیش لفظ

ہندوستان میں اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لئے ترقی اردو بیورو (بورڈ) قائم کیا گیا۔ اردو کے لئے کام کرنے والا یہ ملک کا سب سے بڑا ادارہ ہے جو دو دہائیوں سے مسلسل مختلف جہات میں اپنے خاص خاص منصوبوں کے ذریعہ سرگرم عمل ہے۔ اس ادارہ سے مختلف جدید اور مشرقی علوم پر مشتمل کتابیں خاصی تعداد میں سماجی ترقی، معاشی حصول، عصری تعلیمی اور معاشرہ کی دوسری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے شائع کی گئی ہیں جن میں اردو کے کئی ادبی شاہکار، بنیادی متن، قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی وضاحتی فہرستیں، تکنیکی اور سائنسی علوم کی کتابیں، جغرافیہ، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، تجارت، زراعت، لسانیات، قانون، طب اور علوم کے کئی دوسرے شعبوں سے متعلق کتابیں شامل ہیں۔ بیورو کے اشاعتی پروگرام کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مختصر عرصہ میں بعض کتابوں کے دوسرے تیسرے ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ترقی اردو بیورو نے اپنے منصوبوں میں کتابوں کی اشاعت کو خاص اہمیت دی ہے۔ کیونکہ کتابیں علم کا سرچشمہ رہی ہیں اور بغیر علم کے انسانی تہذیب کے ارتقاء کی تاریخ مکمل نہیں تصور کی جاتی۔ جدید معاشرے میں کتابوں کی اہمیت مسلم ہے۔ بیورو کے اشاعتی منصوبہ میں اردو انسائیکلوپیڈیا، ذولسانی اور اردو۔اردو لغات بھی شامل ہیں۔

ہمارے قارئین کا خیال ہے کہ بیورو کی کتابوں کا معیار اعلا پانے کا ہوتا ہے اور وہ ان کی ضرورتوں کو کامیابی کے ساتھ پورا کر رہی ہیں۔ قارئین کی سہولتوں کا مزید خیال کرتے ہوئے کتابوں کی قیمت بہت کم رکھی جاتی ہے تاکہ کتاب زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہونچے اور وہ اس بیش بہا علمی خزانہ سے زیادہ سے زیادہ مستفید اور مستفیض ہو سکیں۔

یہ کتاب بھی اردو بیورو کے اشاعتی پروگرام کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے کہ آپ کے علمی ادبی ذوق کی تسکین کا باعث بنے گی اور آپ کی ضرورت کو پورا کرے گی۔

فہمیدہ بیگم

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم

ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو

ترتیب

ننھّے فرشتے

منا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آج ڈیڈی اور ممّی اتنے پریشان کیوں ہیں۔ دادی اماں صبح سے اپنے پلنگ پر بیٹھے "جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو" کا وظیفہ پڑھ رہی ہیں۔ آج دودھ والا بھیا بھی نہیں آیا۔ ممّی نے صبح دودھ پاؤڈر سے دودھ بناکر اسے دیا اور اسی دودھ کی چائے بنائی۔ گھر کے دروازے اور کھڑکیاں بند ہیں۔ ممّی اسے راجو کے گھر بھی جانے نہیں دیتی آج ان دونوں نے دن بھر "ڈاکٹر —— ڈاکٹر" کھیلنے کا پروگرام بنایا تھا۔ راجو آج اس کا کمپاؤنڈر بننے کے لیے تیار ہوگیا تھا ورنہ ہمیشہ تو وہی ڈاکٹر بنتا تھا اور منا کو اپنا کمپاؤنڈر بناتا تھا۔ کل منّا اسی شرط پر کمپاؤنڈر بنا تھا کہ آج وہ ڈاکٹر بنے گا۔ راجو کی چھوٹی بہن ہمیشہ نرس بنتی تھی۔ پڑوس کی زینی اپنی گڑیا کو گود میں لے کر آجاتی تھی۔ جو ڈاکٹر بنتا وہ اس

گڑیا کی نبض دیکھتا۔ پھر استھیسکوپ سے گڑیا کی جانچ کرتا اور بڑے رعب سے کہتا "کمپاؤنڈر! وہ لال رنگ والی دوا دے دینا۔"

دوا دینے کے بعد کمپاؤنڈر کہتا "صبح ایک چمچہ دوپہر دوسرا چمچہ اور رات کو سوتے ہوئے ایک چمچہ ——— اور نکالو دس روپئے پانچ ڈاکٹر صاحب کی فیس اور پانچ دوا کے ———"

پھر زینی کاغذ کا ٹکڑا دیتے ہوئے کہتی "آگ لگے مہنگائی کو پہلے تو صرف پانچ روپئے میں کام ہوجاتا تھا۔"

"پانچ روپئے میں تو ایک لیٹر دودھ بھی نہیں آتا مائی!"

زینی بڑبڑاتے ہوئے دواخانے سے باہر چلی جاتی۔

منّے نے کھڑکی سے چھپ کر دیکھا بہت بھیڑ جمع ہوتی. بنواری حلوائی، رمضان سائیکل والا. جوزف پان والا اور اسٹور والا ملکھا سنگھ سب ہی لاٹھیاں اور ڈنڈے لیے ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے. راجو کے گھر کا دروازہ بھی بند تھا۔

"کیا بات ہے ممّی! کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں ——— خاموش بیٹھ" ممی نے جھڑک دیا۔

پھر اس نے دادی اماں سے پوچھا "یہ سب کیا ہورہا ہے دادی اماں!"

"ان کمبختوں کے سر پر شیطان سوار ہے؟"

"کیا شیطان سر پر بھی سوار ہوتا ہے دادی اماں!"

"ہاں منّے! تو بھی "جل تو جلال تو" پڑھ مصیبت ٹل جائے گی۔"

"کیا مصیبت آئی ہے ———"

"کسی نے مسجد میں سور کا گوشت ڈال دیا ہے؟"

"لیکن کیوں؟"

"بس شیطان نے اسے بہکایا اور وہ ایسا کرگیا۔"

"لیکن بنواری جوزف انکل اور ملکھا سنگھ کیوں لاٹھیاں لے کر دوڑ رہے ہیں۔"

"مندر میں کسی نے گائے کا گوشت ڈال دیا ہے؟"

"تو اس سے کیا ہوا؟"

"بیٹے! ہمارے مذہب میں سور کا گوشت حرام ہے اور وہ لوگ گائے کی پوجا کرتے ہیں۔

"لیکن جوزف انکل تو یسوع مسیح کی عبادت کرتے ہیں اور ملکھا سنگھ انکل بھی گردوارہ جاتے ہیں ——"

"ان کو اس محلہ میں رہنا ہے کسی نہ کسی کا ساتھ تو دینا ہوگا۔"

"کس معاملے میں؟"

"فساد کرنے کے معاملے میں۔"

"دادی اماں! جس نے مسجد میں سوّر کا گوشت ڈالا اور مندر میں گائے کا گوشت ڈالا اسے کیا سزا ملے گی؟"

"وہ تو گھر میں آرام سے بیٹھا رہے گا اور بے گناہوں کے گھر اجڑ جائیں گے۔"

منّا کچھ دیر تک خاموش بیٹھا رہا اور پھر بولا "دادی اماں! ملکھا سنگھ انکل کہتا ہے کہ ان کے گرو گرنتھ صاحب میں بابا فرید کا ذکر ہے۔"

"ہوگا"

"اور وہ کہتا ہے راجہ رنجیت سنگھ نے ایک آدمی کا ہاتھ اس لیے کاٹ دیا تھا کہ اس نے مسلمان پر سوّر کا گوشت پھینکا تھا"

"یہ سب باتیں تو اپنے باپ سے پوچھ ——" دادی اماں نے تسبیح کے دانے تیزی سے گھمانے شروع کردیے۔

منّے نے ایک بار پھر کھڑکی سے دیکھا سڑک پر ایک ہجوم جمع تھا۔ راجو کے گھر کا دوازہ اب بھی بند تھا۔

منّا ڈرتے ڈرتے اپنے باپ کے پاس آیا۔ وہ ایک کرسی پر گم سم بیٹھے تھے۔

"ڈیڈی! کیا اورنگزیب بُرا آدمی تھا؟"

"نہیں؟"

"پھر اس نے ہندو لوگوں کو تکلیف کیوں دی؟"

"تم سے کس نے کہہ دیا؟"

"سکھا رام قلفی والا۔ وہ کہتا ہے اورنگزیب بُرا آدمی تھا اور شیوا جی اچھا آدمی تھا۔ عبدل سائیکل والا کہتا ہے نہیں اورنگزیب اچھا تھا اور شیوا جی بُرا ——"

"اورنگ زیب بادشاہ ضرور تھا لیکن وہ ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ قرآن شریف لکھ کر اور ٹوپیاں سی کر وہ اپنا خرچ چلاتا تھا۔"

"لیکن بادشاہ ہوکر وہ درزی کا کام کیوں کرتا تھا؟"

" اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو لوگوں کا خادم سمجھتا تھا اور اسے یہ پسند نہیں تھا کہ وہ بغیر کسی محنت کے حکومت کے خزانے سے پیسہ خرچ کرے۔"

" پھر وہ ہندوؤں کو کیوں تکلیف دیتا تھا؟"

" یہ بات انگریزوں نے پھیلائی ہے وہ یہ چاہتے تھے کہ ہندو اور مسلمان ہمیشہ لڑتے رہیں۔"

"کیا اورنگ زیب نے کسی ہندو کی مدد کی۔"

" کیوں نہیں؛ اس نے کئی ہندوؤں کو انعامات دیے۔ پنجاب کے ایک مسلمان گورنر کا سر اس لیے تلوار سے اڑا دیا کہ وہ ایک ہندو لڑکی کو بھگا کر لانا چاہتا تھا۔"

" اور شیوا جی؟"

" ایک بار کلیان کے صوبیدار کی خوبصورت بہو کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ " کاش آپ ہماری ماں ہوتیں تو ہم بھی آپ کی طرح خوبصورت ہوتے" اور پھر اس نے عزت سے اس کے گھر پہنچا دیا ——"

" پھر وہ مسلمانوں سے لڑتا کیوں تھا؟"

" یہ جنگ ہندو مسلمانوں کی جنگ نہیں تھی۔ شیوا جی

کی فوج میں کئی مسلمان سردار تھے۔ شیوا جی کے بزرگ احمد نگر کے مسلمان صوفی شاہ شریف کے ماننے والے تھے۔ شاہ جی اور شریف جی کے نام انہی بزرگ کے نام پر تجویز ہوئے تھے اور خود شیوا جی بھی دوسروں کے مذہب کی عزت کرتا تھا ایک بار اسے قرآن شریف کا ایک ورق کہیں مل گیا تو وہ اسے سر پر اٹھا کر مسجد تک آیا اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ اسے وہاں رکھوایا ___"

"یہ بات سکھا رام قلفی والے اور عبدل سائیکل والا کو معلوم نہیں ہے ؟"

"وہ پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں بیٹے ! سنی سنائی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں۔"

باہر بہت زور زور سے کوئی چلّا رہی تھی۔

"یہ راجو کی نانی کی ہے" منّا بولا "شاید وہ مجھے بلا رہی ہیں" وہ بھاگتا ہوا کھڑکی کی طرف لپکا۔ اس نے دیکھا راجو کے گھر کے سامنے جلتی ہوئی مشعلیں لیے ہوئے بہت سے لوگ کھڑے ہیں۔ اور راجو کی نانی چلّا چلّا کر ان لوگوں کو منع کر رہی ہے۔

"ڈیڈی! ڈیڈی! وہ لوگ راجو کا گھر جلا رہے ہیں"
منا بولا "آپ انھیں روکیے نہ"
ماں نے منّے کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگالیا "منا بیٹا!
وہ لوگ پاگل ہوگئے ہیں کیا ان کے سامنے اپنے ڈیڈی کو
جانے دو گے؟"
"راجو کا گھر جل جائے گا تو وہ سب کہاں جائیں گے"
منّے نے روتے ہوئے کہا۔
"سرکار ان کا بندوبست کردے گی" ممّی نے سمجھایا۔
"لیکن اگر ان لوگوں کو کوئی روک دے تو گھر جلے گا
نہیں ——"
وہ اپنی بات پوری بھی نہیں کرپایا تھا کہ ان کے گھر
پر ایک جلتی ہوئی مشعل پڑی۔ گھر کے دروازے کو کوئی زور
زور سے پیٹ رہا تھا۔
"وہ کمبخت ہمارا بھی گھر جلانے آگئے" دادی اماں
نے کہا "اب تو جیتے جی اس آتش نمرود میں جلنا ہے——"
"سب پیچھے کے دروازے سے نکل جاتے ہیں——
جلدی ——"

ڈیڈی نے منّے کو گود میں اٹھایا اور دادی اماں کا ہاتھ تھام کر انھیں پلنگ سے اٹھایا۔

"ڈیڈی! ہمارا بھی گھر جل جائے گا۔ راجو کا بھی گھر جل جائے گا اب کیوں نہ ہم ایک ہی گھر میں رہیں؟"

"خاموش رہو ——" ممّی نے ڈانٹ دیا۔ "یہاں ہمیں اپنی جان کی پڑی ہے اور یہ راجو کی سوچ رہا ہے ——"

گھر کے قریب ہی ایک ٹوٹی ہوئی عمارت تھی وہ سب وہیں جاکر چھپ گئے۔

"کون ہے؟" آواز آئی۔

"یہ تو راجو کے ڈیڈی کی آواز ہے" منّا چلّایا "راجو —— راجو ——"

راجو بھی دوڑتا ہوا آگیا ——

"راجو تمہارا بھی گھر جل رہا ہے ہمارا بھی جل رہا ہے۔ ہم الگ الگ گھر میں رہتے تھے اب ایک ہی گھر میں رہیں گے" منّا خوشی سے بولا۔

"زینی کا بھی گھر جل جائے گا کیا وہ بھی ہمارے ساتھ رہے گی؟ راجو نے پوچھا۔

راجو کے ڈیڈی اور منّے کے ڈیڈی آپس میں بات چیت کررہے تھے۔

"راجو! کیوں نہ ہم جاکر دیکھ آئیں زینی کا بھی گھر جلا ہے یا نہیں؟"

"ہاں چلو ــــــ"

وہ دونوں اپنے ماں باپ کی نظر بچاکر باہر نکل گئے بنواری حلوائی ہاتھ میں مشعل لیے راستہ سے جارہا ہے ادھر سے عبدل سائیکل والا بھی جلتی ہوئی مشعل لیے کھڑا تھا۔

"بھاگ جاؤ ــــــ" بنواری نے غصہ سے کہا "دفع ہوجاؤ ــــــ"

"اے! بچوں کو کیوں ڈانٹتا ہے" عبدل سائیکل والے نے ٹوکا۔

"تو بیچ میں بولنے والا کون ہوتا ہے"

"تیرا باپ"

اور وہ دونوں آپس لڑنے لگے۔ دونوں بچے وہاں سے بھاگ نکلے ــــــ انھوں نے دیکھا ان دونوں کے گھر جل رہے ہیں۔ زینی کا بھی گھر جل رہا ہے۔

"زینی کی گڑیا بھی جل گئی ہوگی۔"

"میرے ڈاکٹری کا سامان بھی جل گیا ہوگا۔"

"سب لوگ دور سے تماشہ کیوں دیکھ رہے ہیں؟" منّا بولا "آگ بجھاتے کیوں نہیں ——"

"یہ لوگ تو آگ لگاتے ہیں۔"

"راجو! ہم لوگ آگ بجھائیں گے —— وہ دیکھو ہمارے پائیں باغ میں پائپ پڑا ہے نل بھی ہے تمہارے باغ کا بھی نل ہے اور پائپ بھی۔ ہم لوگ باغ کو پانی دیتے ہیں نا اسی طرح یہ پانی اپنے گھر پر ڈالیں گے تو آگ بجھ جائے گی ——"

"تم ٹھیک کہتے ہو ——"

دونوں اپنے گھروں کی طرف لپکے۔

"منّے! تم میرے گھر کی طرف جاؤ۔ تم وہاں جاؤ گے تو عبدل سائیکل والا تمہیں کچھ نہیں بولے گا۔"

"اور تم میرے گھر کی طرف جاؤ گے تو بنواری خاموش رہے گا ——"

منّا راجو کے گھر کی طرف اور راجو منّے کے گھر کی طرف

گیا۔ بنواری اور عبدل ابھی تک ہاتھا پائی کر رہے تھے۔

منّے نے راجو کے باغ کا نل کھول دیا اور اس میں پائپ لگاکر جلتے ہوئے گھر کی طرف اس کا رخ موڑ دیا۔

عبدل ہاتھا پائی چھوڑ کر منّے کی طرف لپکا " ابے ابے کیا کرتا ہے ؟ "

منّے نے وہ پائپ عبدل کی طرف کردیا عبدل پانی کی دھار کے سامنے نہ رک سکا۔ ادھر راجو نے بھی بنواری کا یہی حال کیا۔

اتنے میں پولیس اور فائر بریگیڈ بھی آگئے۔ پولیس نے ڈنڈے مار مار کر فسادیوں کو بھگا دیا۔ فائر بریگیڈ والے تیزی سے اپنا کام کرنے لگے ـــــ تھوڑی ہی دیر میں آگ پر قابو پالیا گیا۔ گھروں کے داخلی کمرے تو پوری طرح جل گئے تھے لیکن اندرونی کمرے محفوظ تھے۔

راجو کو اس بات کا اطمینان تھا کہ اس کے ڈاکٹری کا سامان نہیں جلا۔ منّا اس بات پر خوش تھا کہ اس کا کمرہ پوری طرح جل گیا ہے اور اب وہ ممّی کے ساتھ ہی سوئے گا اور زینی اس بات پر خوش ہورہی تھی کہ اس کی گڑیا محفوظ تھی۔

جب منّے اور راجو کی بہادری کی بات پولیس انسپکٹر کو
معلوم ہوئی تو اس نے دونوں بچوں کو انعامات دیے ۔

راکھی کا تہوار

اُس دن راکھی کا تہوار تھا۔ منّا صبح سے تیاری کر رہا تھا۔
" ممّی ! مجھے آج بالکل نئے کپڑے پہناؤ آج راکھی کا دن ہے آج زینی مجھے راکھی باندھنے آئے گی اور ہاں اس کے لیے وہ تحفہ بھی تیار رکھنا جو ڈیڈی نے کل ہی لاکر رکھا ہے ——"

" ہاں بھئی یاد ہے۔ تم پہلے تیّار ہوجاؤ ——"

" میں اگر باتھ روم میں رہا تو منّی کو روکے رکھنا —— اور ہاں ادھر نہیں آنے دینا۔ میں تو تولیہ لپیٹ کر باتھ روم سے آؤں گا ——"

" اچھا بابا نہیں آنے دوں گی ——"

" ممّی ! مٹھائی بھی تیار رکھنا "

" اور کچھ ——"

" زینی کو کھانے کے لیے روک لینا ——"

" وہ تو تم نے کل سے ہی کہہ رکھا ہے ——"

" اس نے کہا ہے وہ صرف کھیر کھائے گی ——"

" اچھی بات ہے —— تم باتھ روم تو جاؤ ——"

" ممّی ! ادھر مت آنے دینا اس کو ——"

" اچھا بھائی ! نہیں آنے دوں گی ——"

منّے میاں بڑی مشکل سے باتھ روم میں گئے وہاں سے بھی ان کی ہدایتیں جاری تھیں ۔ ممّی " ہوں —— ہاں " میں جواب دے رہی تھی ۔

نہا دھوکر انھوں نے کپڑے پہن لیے سفید رنگ ململ کا شرٹ اور سفید پاجامہ —— سرپر سفید ٹوپی ——

" جاؤ سب سے پہلے دادی اماں کو جاکر سلام کرو ——" ممّی نے کہا ۔

وہ دوڑتے ہوئے دادی اماں کے پاس گئے اور انھیں اپنے کپڑے دکھائے —— " دیکھو دادی اماں ہم پنڈت نہرو بن گئے ——"

" ارے واہ ! ہمارا منّا بیٹا تو ابھی سے پنڈت نہرو بن

گیا——"

" زینی آنے والی ہے نہ راکھی باندھنے——"

" اسی لیے اتنی تیاری ہے——"

" ہاں دادی امّاں! وہ کل سے کہہ گئی ہے آٹھ بجے تیار رہنا لیکن ابھی تک آئی نہیں——"

" آجائے گی بابا——تم اطمینان سے بیٹھو اور اپنی بہن کا انتظار کرو——"

" ڈیڈی کو کپڑے دکھا آؤں دادی اماں!"

" ضرور——"

" ارے ہم تو آپ کو سلام کرنا ہی بھول گئے ممّی نے کہا تھا سلام کر آؤ——"

" تو پھر کرو سلام "

" السّلام علیکم——"

" وعلیکم السّلام——جُگ جُگ جیو——پڑھ لکھ کر بڑے آدمی بنو——"

دادی امّاں نے ڈھیر ساری دعائیں دیں۔——

دادی امّاں سے دعائیں وصول کرکے وہ اپنے ڈیڈی کے

پاس پہنچے انھیں سلام کیا اور ان سے دعائیں وصول کیں۔

"ننھے میاں! راکھی کا مطلب جانتے ہیں آپ؟"

"جی ہاں۔ بہن اپنے بھائی کو راکھی باندھتی ہے۔ زینی ہمیں بھائی ہی سمجھتی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ جانتے ہیں راکھی باندھ کر آپ کا فرض کیا بن جاتا ہے؟"

"بہن راکھی باندھے تو اسے تحفہ دینا چاہیے ——"

"تحفہ تو ہم برتھ ڈے پر بھی دیتے ہیں۔"

"لیکن یہ تحفہ الگ ہوتا ہے" منّے میاں بولے "اور پھر زینی تو ہندو ہے ——"

"تم کو ہمایوں بادشاہ کی ہندو بہن کی کہانی معلوم ہے؟"

"نہیں ——"

"یہ معلوم ہے ہمایوں بادشاہ کون تھا؟"

"مغل بادشاہ تھا ——"

"شاباش —— وہ بابر کا بیٹا تھا۔ بابر کے بعد وہی تخت پر بیٹھا۔ ایک بار ایک دوسرے مسلمان بادشاہ نے جس کا نام تھا بہادر شاہ ایک راجپوت راجہ پر حملہ کردیا۔ لڑائی میں

راجہ مارا گیا اس کی رانی نے ہمایوں کو راکھی بھیجی اس کا
مطلب تھا کہ وہ اب بہن کی حفاظت کرے۔ ہمایوں فوراً اپنی
بہن کی حفاظت کے لیے وہاں پہنچا اور اس نے بہادر شاہ
کے خلاف جنگ لڑکر اپنی بہن کی حکومت اس سے چھین
لی ——"

"اچھا تو اب زینی کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری اپنی
ہوئی۔ اب اگر راجو زینی کو مارے گا اور زینی ہمیں راکھی بھیجے
گی تو ہم فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائیں گے اور ہاں اگر اسلم
نے بھی زینی سے جھگڑا کیا تو ہم زینی کا ساتھ ہی دیں
گے ——"

"لیکن یہ تم لوگ لڑتے کیوں ہو ؟"

"اور بڑے لوگ بھی تو لڑتے ہیں —— کھنّہ انکل نائر
انکل سے لڑتے ہیں اور مرزا انکل حیدر انکل سے ——"

"وہ بڑے ہیں ——"

"اور ہم تو چھوٹے ہیں ——"

ٹھیک اسی وقت زینی راکھی لے کر اندر داخل ہوئی۔ اس
نے منی ساڑی پہن رکھی تھی اور وہ اس ساڑی میں گڑیا نظر آرہی

تھی ـــــ"

" زینی! اب تمہاری حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اب اگر اسلم بھی تم سے لڑے گا تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔"

" لیکن کیوں؟ "

" اس لیے کہ ہمایوں بادشاہ نے اپنی بہن کی راکھی پاکر اس کی مدد کی تھی ـــــ"

" لیکن تم بادشاہ کہاں ہو؟ "

" اور تم رانی کہاں ہو؟ آج ساڑی پہنی ہے تو کیا اپنے کو رانی سمجھنے لگی ہو ـــــ"

" اور تم ٹوپی پہن کر اپنے آپ کو راجہ سمجھنے لگے ہو "

" جاؤ ہم نہیں بولتے ـــــ ہمیں نہیں چاہیے تمہاری راکھی ـــــ"

" ہمیں نہیں چاہیے تمہاری مٹھائی۔ بعد میں کہوگے میں نے مٹھائی دی تھی۔"

" اور تم کہو گی میں نے راکھی باندھی تھی ـــــ"

" منّے میاں! " ڈیڈی نے کہا " تم تو آپس میں لڑنے لگے ـــــ تم بہن کی حفاظت کیا کرو گے ـــــ اور زینی تم راکھی

باندھنے آئی ہو نا۔ منّا تم سے بڑا ہے ساری کہو——"

"ساری!"

"صرف ساری نہیں —— ساری بھیّا کہو——"

"ساری بھیّا! ——"

منّا کا چہرہ خوشی سے کھِل گیا "او۔کے۔ اب راکھی باندھو۔ اور ہاں اگر کسی نے تمہیں ستایا تو مجھے سندیسہ بھیجنا میں اپنی سائیکل پر دوڑتا ہوا تمہارے پاس آجاؤں گا۔

منّی نے راکھی باندھی اور منّے میاں نے بڑے پیار سے ایک خوبصورت سا تحفہ دیا۔

"تم میرے سچ مچ کے بھائی ہو——"

"تم میری سچ مچ کی بہن ہو——"

ایک بادشاہ اور ایک چونٹی

منّے میاں کا سالانہ امتحان شروع ہونے والا تھا اور وہ امتحانات کی تیاری کررہے تھے۔ ڈیڈی نے ان کے لیے ایک ڈیسک لائی تھی اُس پر بیٹھ کر وہ بڑی شان سے حساب کی مشق کررہے تھے۔

"پھر غلط ہوگئی۔ یہ حساب تو سمجھ میں نہیں آتا ——"
وہ بڑبڑائے۔

"ڈیڈی! یہ حساب ہمیں نہیں آرہا ہے آپ بتایئے نا؟"

"آپ کوشش کیجئے"

"تین بار کوشش کی لیکن غلط ہوگئی ——"

"لیکن تمھیں کیسے پتہ چلا کہ یہ غلط ہوگئی ——"

"میڈم نے کہا ہے کہ اس کا جواب کیا ہے لیکن ہم جس طریقہ سے کررہے ہیں شاید وہی غلط ہے۔ اگر یہ غلط طریقہ

سے کی تو مارکس کم ہوجائیں گے اور جانتے ہیں ڈیڈی! ہمارا
نمبر نیچے چلا جائے گا۔

"بھئی! ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ انسان اگر ہمت سے
کام لے اور محنت کرے تو وہ ہر چیز حاصل کرسکتا ہے کھوئی
ہوئی بادشاہت تک ــــــ"

"بادشاہت کوئی گیند ہے کہ گم ہوجائے ــــ"

"دشمن اسے جنگ میں شکست دے کر حاصل کرسکتا
ہے ــــ"

"پھر دوبارہ کیسے حاصل کی جاتی ہے ــــ"

"محنت اور ہمت سے۔ دشمن سے جنگ جیت کر ــــ"

"ڈیڈی کہانی سنایئے نا"

"تھوڑی دیر کے لیے اسٹڈی بند کرکے ادھر آجاؤ ہم تمہیں
ایک بادشاہ اور ایک چونٹی کی کہانی سناتے ہیں ــــ"

منّے میاں نے کاپی بند کی اور سیدھے ڈیڈی کے پاس
آگئے ــــ"

"کہانی اسی ہمایوں بادشاہ کی ہے جو راکھی پاتے ہی اپنی
ہندو بہن کی مدد کے لیے دوڑا تھا ــــ"

" ہاں ہاں یاد آیا——"

" یہ ہمایوں بادشاہ ایک بار جنگ میں ہار گیا۔ شیرشاہ نے اسے شکست دی اور وہ اپنی جان بچاکر بھاگا۔ جنگل میں جاکر ایک جگہ چھپ گیا۔ زندگی میں اتنی بڑی ناکامی اسے ملی تھی اور وہ ٹوٹ چکا تھا۔ بادشاہ سے راستہ پر بھٹکنے والا ایک عام آدمی بن گیا تھا۔ ایک دن اُس نے دیکھا ایک چیونٹی دیوار پر چڑھنے کی کوشش کرتی۔ ایسا اس نے بار بار کیا۔ بار بار وہ گرتی رہی اور اوپر چڑھتی رہی اور آخر کار وہ دیوار پر چڑھنے میں کامیاب ہوگئی —— ہمایوں اس چونٹی کے ہمت اور حوصلہ سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے سوچا کہ ایک ننھی سی جان اپنی ہمت اور کوشش سے اپنی منزل تک پہنچ سکتی ہے۔ وہ اپنی ناکامی سے مایوس نہیں ہوتی بلکہ دوبارہ ہمت اور حوصلہ سے اٹھتی ہے اور اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے کمربستہ ہوجاتی ہے اور وہ ایک بہادر اور حوصلہ مند انسان اپنے دشمن سے شکست کھاکر ایک جنگل میں چھپا ہوا ہے۔ ہمایوں نے اس چونٹی سے سبق حاصل کیا۔ جنگل سے نکل کر وہ باہر آیا۔ اُس نے دوبارہ فوج جمع کی اور شیر شاہ پر حملہ کردیا۔ اس جنگ

میں اسے کامیابی حاصل ہوئی اور وہ دوبارہ ہندوستان کا بادشاہ بن گیا ——"

منّے میاں دوبارہ اپنے ڈیسک پر جاکر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بعد چلّا کر کہا —— "ڈیڈی! ہمارا حساب صحیح آگیا ——"

دوسرے دن اسکول میں بھی انھیں شاباشی ملی کیونکہ بہت سے بچوں نے اس حساب کو مشکل سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔

منّے میاں بڑے فخر سے دوستوں کو ایک بادشاہ اور ایک چونٹی کی کہانی سنا رہے تھے۔

الف سے اللہ

ایک دن جمّن خان دیر سے ڈیوٹی پر آئے۔ وہ منّے میاں کے یہاں ملازم تھے۔ اس روز منّے کے ڈیڈی کو کوئی بہت ضروری کام سے جمّن خان کو کہیں بھیجنا تھا۔ جب وہ دیر سے آئے تو منّے کے ڈیڈی ان پر بہت ناراض ہوئے۔

"ہم کیا کریں صاحب! ہم کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا غلطی سے ۱۹ نمبر کی بجائے ۹۱ نمبر کی بس میں بیٹھ گئے۔ اس شہر میں ہم نئے نئے آئے ہیں بڑی پریشانی ہوئی۔ پورب جانا تھا پچھم پہنچ گئے ——"

"تو تم لکھنا پڑھنا کیوں نہیں سیکھ لیتے؟" ڈیڈی نے پوچھا ——

"اس عمر میں اب کیا سیکھیں گے صاحب! ہمیں کونسی بیرسٹری کرنا ہے ہم اپنے انگوٹھے بہادر ہی اچھے ہیں ——"

"لیکن تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ بڑھاپے میں آدمی لکھ پڑھ نہیں سکتا ——"

"بڑھاپے میں دماغ کمزور ہوجاتا ہے صاحب! بچپن کی بات اور ہے۔ اور ہمیں کون سی رامائین لکھنی ہے؟"

"رامائین کس نے لکھی ہے پتہ ہے؟"

"رام لیلا ایک بار دیکھی تھی اپنے گاؤں میں سُنا ہے والمیکی نے لکھی ہے ——"

"جانتے ہیں آپ والمیکی پہلے کون تھے؟"

"ہوں گے کوئی عالم فاضل۔"

"عالم فاضل تو وہ تھے لیکن بعد میں بنے۔ پہلے تو وہ ڈاکو تھے۔"

"ڈاکو؟"

"جی ہاں ڈاکو —— اور ڈاکو سے وہ والمیکی بنے —— انھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی اور پڑھنے لکھنے پر توجہ دی۔ اس کے بعد انھوں نے رامائین جیسی عظیم کتاب لکھی جو ہمیشہ زندہ رہے گی۔"

"کیا یہ ممکن ہے؟"

" کیوں ممکن نہیں ـــــــ شیخ سعدی کا نام تو سنا ہوگا انھوں نے چالیس برس کی عمر میں لکھنا پڑھنا شروع کیا اور اتنے بڑے آدمی بن گئے ـــــــ جب آنکھ کھلے تب ہی سویرا ہوتا ہے۔

" لیکن ہم پڑھ کر کیا کریں صاحب ! ہمیں کہاں آپ کی طرح عدالت میں جاکر فیصلے دینے ہیں ۔"

" جمن خان ! میں یہ نہیں کہتا کہ تم اتنا پڑھو کہ جج بن جاؤ حالانکہ یہ بھی ناممکن نہیں، لیکن انسان کے لیے اتنی تعلیم تو ضروری ہے کہ وہ کم از کم بنیادی باتیں سمجھ سکیں۔ معمولی خط لکھنا آجائے بس کے نمبر پڑھ لے ـــــــ جس کاغذ پر وہ دستخط کر رہا ہے اس میں کیا لکھا ہے یہ تو اسے معلوم ہو جائے۔ بس ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہے ـــــــ"

" صاحب ! ہم غریب آدمی ہیں ہمارے پاس اتنا پیسہ کہاں تھا کہ ہم اسکول جاتے ۔"

" یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ اسکول جانے کے لیے بھی پیسے لگتے ہیں ؟ "

" باقی خرچ تو ہے ـــــــ ہمارا گاؤں ندی کنارے تھا اور اسکول ندی کے دوسری پار۔ ندی پار کرنے کے لیے کشتی سے جانا

پڑتا تھا اس کے پیسے لگتے تھے ــــــ۔

"تم نے لال بہادر شاستری کا نام نہیں سنا؟ ان کی بھی حالت تمہارے جیسی تھی لیکن انھیں پڑھنے کا شوق تھا اس لیے وہ ہر روز ندی تیر کر پار کرتے تھے اور اسکول جاتے تھے اگر وہ غریبی کا رونا رونے بیٹھتے تو کبھی ہندوستان کے وزیراعظم نہ بنتے ــــــ"

"ہمیں کوئی سمجھانے والا نہیں ملا ــــــ"

"مہاراشٹر میں پیشواؤں کے زمانہ میں رام شاستری پربھنو نامی ایک مشہور مصنف ہوئے ہیں۔ جب پیشوا کا قتل اس کے چچا اور چچی کی سازش کی وجہ سے ہوا تو انھوں نے پیشوا کے چچا کو مورد الزام گردانا اور یہ ثابت کردیا کہ یہ قتل ایک سازش کا نتیجہ ہے ــــــ اپنے تاریخی فیصلہ کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے امر ہوگئے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے وہ کون تھے؟ ایک ساہوکار کے یہاں معمولی نوکر تھے۔ ساہوکار کے چھوٹے موٹے کام کرتے تھے۔ ایک دن ساہوکار سفر سے واپس لوٹا اور وہ اُس کے پاؤں دھلانے لگے۔ اس زمانہ میں عزت دار لوگ اپنے پاؤں میں کڑے پہنتے تھے۔ جو عزت دار ہونے کی نشانی تھی۔

جب ساہوکار نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ وہ بھی ایسے کپڑے پہننا چاہتے ہیں۔ساہوکار نے ان کا خوب مذاق اڑایا کہ ایک معمولی نوکر کا کوئی بڑا آدمی بننا کیسے ممکن ہے۔ رام پربھو نے قسم کھائی کہ وہ اس ریاست کے عزت دار آدمی بن کر رہیں گے۔تعلیم حاصل کرنے وہ کاشی گئے وہاں کے پنڈتوں نے انھیں اس لیے پڑھنے کے لیے مدرسہ میں جگہ نہیں دی کہ ان کی عمر زیادہ تھی لیکن وہ مدرسہ (پاٹھ شالہ) کے باہر بیٹھ کر سبق سیکھتے رہے اور پھر پیشوا کے دربار کے جج بن گئے ——"

"آپ نے تو ہماری آنکھ کھول دی صاحب! ابھی سے پڑھایئے ——"

"منے میاں! ذرا انھیں اپنی سلیٹ دینا——"

"ہم ہی پڑھا دیں گے انھیں ——" منے میاں بولے "پڑھو جمن میاں! الف سے اللہ ——"

"بسم اللہ ——" جمن میاں نے کہا اور " الف سے اللہ" پڑھنے لگے۔

تم وہی ہو جو ہونا چاہتے ہو

دوسرے دن جمن میاں پھر دیر سے آئے لیکن ان کے چہرے سے ظاہر تھا کہ وہ بیمار ہیں۔

"کیا ہوا جمن میاں! ڈیڈی نے پوچھا"

"درد سے سر پھٹا جارہا ہے۔ زکام بھی تیز ہے ——"

"اچھا تم آرام سے بیٹھ جاؤ میں تمھیں دوا دیتا ہوں" ڈیڈی نے کہا اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔ جاتے جاتے انھوں نے بیگم کو آواز دی۔

"ارے بھئی جمن میاں کی طبیعت خراب ہے انھیں چائے بنا کر دو اور آج کے دن انھیں آرام کرنے دو ——"

"جمن میاں! آپ آج آرام کیجئے۔ میں آپ کو چائے دیتی ہوں —— صاحب دوا دیں گے وہ لے لینا ——"

"مہربانی بیگم صاحب!"

" جمّن میاں کو ڈیڈی نے سر درد اور زکام کی دوا دی۔ ممّی چائے بنانے لگی ۔

" اری دلہن ! جمن کو ادرک کی چائے دینا " دادی اماں نے کہا " اور ہاں جوشاندہ بھی دے سکتی ہو تو دے دو جلدی فائدہ ہوگا ــــ"

" جی اماں جان " ممّی نے جواب دیا ۔

منّے میاں یہ سب غور سے دیکھ رہے تھے یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ہمیشہ جمن میاں سب کی خدمت کرتے ہیں آج گھر کے سب لوگ ان کی خدمت کر رہے ہیں۔ جب جمّن میاں آرام کرنے کے لیے بغل والے کمرے میں چلے گئے تو منے میاں نے پوچھا ــــ " دادی اماں ! جمن میاں تو ہمارے نوکر ہیں پھر سب ان کی خدمت کر رہے ہیں ــــ "

" ایسے بات نہیں کرتے منّے ! ہمارے یہاں تو غلاموں سے بھی برابری کا برتاؤ کرنے کا حکم ہے ۔"

" غلام اور نوکر میں کیا فرق ہوتا ہے دادی اماں ؟"

" پرانے زمانہ میں انسانوں کے بازار ہوتے تھے ان میں غلام بیچے جاتے تھے ۔ جو غلام بک جاتا تھا اس کا یہ فرض ہوتا

تھا کہ وہ اپنے مالک کی خدمت کرے

"اور خادم کیا ہوتا ہے؟"

"جو خدمت کرے۔"

"آپ نے برابری کے برتاؤ کے بارے میں کہا اس کی کہانی سناؤ نا دادی اماں!"

"ایک بار خلیفہ اسلام حضرت عمر سفر کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا خادم بھی تھا۔ آپ اونٹ پر سفر کر رہے تھے اونٹ کی نکیل پکڑ کر آپ کا خادم چل رہا تھا۔ تھوڑی دور جاکر آپ خادم کو اونٹ پر بٹھاتے اور خود نکیل پکڑتے۔ جب آپ منزل کے قریب پہنچے تو خادم اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور آپ نکیل پکڑ کر چل رہے تھے۔ ہزاروں لوگ حضرت عمر کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ خادم نے گذارش کی کہ وہ اونٹ پر سوار ہو جائیں لیکن آپ نہیں مانے اور اسی طرح اونٹ کی نکیل تھامے منزل پر پہنچے ——" دادی اماں نے اپنا پاندان آگے سرکایا اور پان بنانے لگیں۔

"اب بیمار کی خدمت کی کہانی سناؤ" —— منے میاں نے ضد کی۔

"تجھے تو ہر موقعہ پر کہانی سننے کی عادت ہے ـــــ" مجھے پان تو کھانے دے چین سے۔

پان چباتے ہوئے دادی اماں نے کہا " اب وہ اگل دان لا ـــــ"

منّے میاں دوڑتے ہوئے اگل دان لے آئے ـــــ منہ صاف کرنے کے بعد دادی اماں نے کہا :

" پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ جس راستہ سے نماز کے لیے مسجد جاتے تھے اسی راستہ پر ایک یہودی بڑھیا رہتی تھی۔ وہ جان بوجھ کر آپ کے کپڑوں پر گندہ پانی ڈال دیتی۔ حضور اپنے گھر واپس جاتے اور کپڑے بدل کر آتے لیکن آپ نے کبھی شکایت نہیں کی۔ آپ ہمیشہ کی طرح اسی راستہ سے جاتے رہے لیکن یکایک آپ نے محسوس کیا کہ دو چار دن سے بڑھیا نظر نہیں آرہی ہے تب آپ نے لوگوں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے آپ اس کے گھر گئے اور اس کی تیمارداری کی۔ جب بڑھیا تندرست ہوئی تو اس نے حضور سے معافی مانگ لی اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلی ـــــ"

" دادی اماں ! کیا بوڑھوں کی خدمت کرنے سے ثواب ملتا

ہے ــــ"

"ہاں بیٹے !"

"بوڑھوں کے خدمت کی کہانی سنائیے نا ؟"

"حضرت عمر ایک اندھی بڑھیا کی ہر روز خدمت کرتے تھے یہاں تک کہ اس کا پانی بھی بھر دیتے تھے اس زمانہ میں آپ خلیفہ نہیں تھے۔ ایک بار آپ نے دیکھا کہ کوئی دوسرا بڑھیا کے گھر آکر پانی بھر جاتا ہے۔ دو روز تک آپ یہی دیکھتے رہے۔ تیسرے روز چھپ کر دیکھا کہ آپ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ دوسرا اور کوئی نہیں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں ــــ"

"میں بھی آپ کی خدمت کرتا ہوں نہ دادی اماں ! کیا مجھے بھی ثواب ملے گا ؟"

"ضرور ملے گا۔ تم بڑے ہوکر بہت بڑے آدمی بنوگے ــ"

"میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں ــــ"

"تو ایک بات یاد رکھو منے ! خوب محنت کرو۔ پڑھائی میں دل لگاؤ۔ اپنے چھوٹوں سے محبت کرو اور بڑوں کی خدمت کرو ــــ"

"میں ڈاکٹر بن جاؤں گا نہ دادی اماں!" ——— منّے نے دوبارہ پوچھا۔

"ضرور بشرطیکہ تم اپنے دل میں یہ بات بار بار سوچو کہ "تم وہی ہو جو ہونا چاہتے ہو ———" یہ جملہ اپنی ڈائری میں لکھ لو ———

منّے میاں نے اپنی ڈائری میں لکھ لیا ——— "میں ڈاکٹر بنوں گا کیونکہ میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں ———"

آسان رامائن

"منے! آج رام لیلا دیکھنے چلو گے؟"

"ضرور ——"

"جانتے ہو رام کون تھے؟"

"جانتا ہوں وہ دیوتا تھے ——"

"اور کچھ جانتے ہو؟"

"ان کی بیوی کا نام سیتا تھا اور بھائی کا نام لکشمن"

"ان کی کہانی معلوم ہے؟"

"تھوڑی سی —— پوری نہیں —— سناؤ نا ڈیڈی!"

"پوری رامائن سنائیں گے تو ایک ہفتہ لگ جائے گا ——"

"تو تھوڑی سی سنائیے ——"

"رام چندر جی راجہ دشرت کے بیٹے تھے جو ایودھیا کا راجہ تھا جب راجہ دشرت بوڑھا ہوگیا تو اس نے اپنے بڑے بیٹے

رام چندر جی کو اپنی گدی پر بٹھانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی ایک
بیوی کا نام کیکئی تھا۔ اسے اُس کی داسی منتھلا نے بھڑکایا کہ اگر
رام چندر جی راجہ بن گئے تو وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں
کریں گے۔ کیکئی نے ایک بار راجہ دشرت کی جان بچائی تھی اور
راجہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی تین باتیں ضرور
سنیں گے۔ کیکئی نے یہ شرط رکھی کہ راج گدی پر رام چندر جی
نہیں بلکہ اس کا لڑکا بھرت بیٹھے گا۔ دوسری شرط یہ کہ رامچندر
جی بن باس کو جائیں گے۔ تیسری یہ کہ وہ بن باس ۱۴ برس کا
ہوگا —— رام چندر جی نے اپنے باپ کے وعدے کا لحاظ
کیا اور محل کے عیش و عشرت چھوڑ کر جنگل چلے گئے۔ ان
کے ساتھ ان کی بیوی اور بھائی لکشمن بھی تھے۔ بھرت اس وقت
اپنے ماما کے یہاں تھا

لنکا کا راجہ راون سیتا کو اٹھا کر لے گیا۔ اس کا مقابلہ
کرنے کے لیے رام چندر جی لنکا گئے۔ ان کی مدد "وانر سینا"
(بندر نما انسانوں کی فوج) نے کی۔ ہنومان کا تو نام تم نے سنا
ہی ہوگا وہ بھی ان کے ساتھ تھے۔

یہاں ایک اور دلچسپ بات ہوئی جب وانر سینا سمندر پار

کرنے کے لیے ایک پُل بنا رہی تھی تو ایک گلہری وہاں آئی اس کے منھ میں ایک چھوٹا سا کنکر تھا اس نے وہ کنکر پُل بنانے کے لیے ڈال دیا۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اچھے کام کے لیے ایک چھوٹی سی مدد بھی بہت اہم ہوتی ہے۔ رام چندر جی برائی کے خلاف جنگ کرنے جا رہے تھے اس میں کنکری کی مدد بھی اہم تھی۔ بالآخر رام چندر جی نے فتح حاصل کی اور سیتا جی کو واپس لے آئے۔ اس درمیان ایک اور واقعہ ہوا کہ بھرت رام چندر جی کو واپس لینے آئے لیکن رام چندر جی نے کہا میں اپنے باپ کے وعدے کے مطابق ۱۴ سال پورے ہونے کے بعد ہی واپس آؤں گا۔ بھرت ان کے کھڑاؤں (لکڑی سے بنے ہوئے جو پیر میں چپل کی طرح استعمال ہوتے ہیں) لے کر آیا اور اس نے انھیں تخت پر رکھ کر رام چندر جی کے آنے تک ان کی طرف سے حکومت کا کام کاج سنبھالا۔

اب یہ بھی سن لو کہ ہمیں رامائن سے کیا سبق ملا۔ رامچندر جی اپنے باپ کی اتنی عزت کرتے تھے کہ انھوں نے ان کے وعدے کا لحاظ کرتے ہوئے ۱۴ سال تک بن باس کی تکالیف برداشت کی۔ بزرگوں کا لحاظ کرنے والے دنیا میں

عزت پاتے ہیں۔ سینکڑوں برس تک رام چندر جی کی یہ قربانی دنیا کے لیے مثال بن گئی ہے اور ان کا نام ہمیشہ دنیا میں زندہ رہے گا۔

سیتا محلوں کی رانی تھی اس نے اپنے شوہر کا ساتھ دیا اور ۱۴ سال تک، بن باس میں رہی۔

لکشمن نے اپنے بھائی کے ساتھ ۱۴ سال تک بن باس کی تکالیف برداشت کیں۔ بھرت نے رام چندر جی کے کھڑاؤں راج سنگھاسن پر رکھ کر حکومت کا کام کاج دیکھا۔اس سے بھائی کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔

ایک اور بات تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ایک بار سیتا جی نے ایک سنہرا ہرن دیکھا اور رام چندر جی سے ضد کی کہ وہ اس کا شکار کرکے اس کی کھال لائیں۔ وہ سنہرا ہرن دراصل ایک راکھشش تھا جو انہیں بھکانا چاہتا تھا۔ رام چندر جی لکشمن کی حفاظت میں سیتا جی کو چھوڑ کر چلے گئے اور حکم دیا کہ وہ اسی جگہ پہرہ کریں۔ یکایک ایک طرف سے کچھ آوازیں آئیں سیتا جی کو ایسا لگا جیسے وہ رام چندر جی کی آواز ہے انھوں نے لکشمن کو وہاں جانے کے لیے کہا۔ لکشمن نے ایک

ریکھا کھینچ دی کہ سیتا جی اس کے باہر نہ جائے۔ اس ریکھا کو لکشمن ریکھا کہتے ہیں۔

ادھر راون ایک سادھو کا بھیس بدل کر آیا۔ اس نے ضد کی کہ سیتا جی اس ریکھا کے باہر آکر اسے بھیک دے سیتا جی اس ریکھا سے باہر آگئی اور راون انھیں بھگا کر اپنے ساتھ لے گیا۔

اس کہانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو ہر چمکنے والی چیز کو سونا نہیں سمجھنا چاہیے۔ جیساکہ سیتا جی نے کیا۔

لکشمن ریکھا کا مطلب ہے وہ حد جہاں آکر انسان کو رک جانا چاہیے مثلاً میں کہوں کہ منے میاں اس سڑک کے پار مت جاییے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سڑک پر تیزی سے ٹرک اور کاریں گذرتی ہیں۔ میں آپ کو اس لیے روکنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ وہاں چلے گئے اور خدانخواستہ کوئی حادثہ نہ ہوجائے۔ اگر آپ میری ہدایت کے خلاف اس سڑک کو پار کرکے چلے گئے اور کچھ ہوگیا تو اس کی ذمہ داری ہماری نہیں ہوگی، آپ کی ہوگی۔

تیسری بات راون کی۔ وہ سادھو کا بھیس بدل کر آیا تھا۔

شہر میں ایسے بہت سے سادھو فقیر بھیس بدل کر پھرتے ہیں.بچوں
کو مٹھائی کا لالچ دیتے ہیں اور اٹھاکر لے جاتے ہیں اس لیے کسی
غیر آدمی پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ مٹھائی یا چاکلیٹ کے
لالچ میں اس کے پاس نہیں جانا چاہیے۔

اس کہانی میں راون نے کوئی لالچ نہیں دیا لیکن سیتا جی
نے اس پر بھروسہ کرلیا اور لکشمن ریکھا کے پار چلی گئی یہ ان ہی کی
غلطی تھی ۔

رامائن میں ایک دوسری کہانی یہ ہے کہ رام چندر جی نے شبری
کے جھوٹے بیر کھائے تھے۔ یہ کہانی یوں ہے کہ وہ جنگل سے گذر رہے
تھے کہ ایک آدیواسی عورت نے انھیں بیر کھانے کے لیے دیے وہ
انھوں نے کھائے حالانکہ وہ شبری نے پہلے اس لیے چکھے تھے کہ وہ
کہیں کھٹے تو نہیں ۔

یہ کہانی چھوت چھات کے خلاف ہے۔ پہلے لوگ ایسے لوگوں
سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے .جو اپنے پیشہ کی وجہ سے نچلے درجہ کے
سمجھے جاتے ہیں لیکن رامچندر جی نے اس بندھن کو نہیں مانا اور اس
غریب عورت کی مہمان نوازی قبول فرمائی ۔

"آپ نے تو پوری رامائن سنادی اب رام لیلا دیکھنے کی کیا

ضرورت ہے؛ منّے میاں نے کہا " ہم تو اب اسٹڈی کریں گے۔"
اور وہ کتاب لے کر بیٹھ گئے۔

بارہؔ مہینوں کی کہانی

"ڈیڈی! کیا یہ دنیا بنی تب سے یہ کلینڈر ہے؟" منّے میاں نے پوچھا۔

"نہیں بیٹے! پہلے گھڑی بنی پھر کلینڈر بنا۔"

"ذرا تفصیل سے بتایئے ——"

"تم نے وہ سٹی گارڈن میں رکھی ہوئی دھوپ کی گھڑیاں دیکھی ہے نا؛ پہلے اسی طرح وقت گنا جاتا تھا۔ پھر گھنٹے بنے۔ پھر دن۔ پھر مہینہ اور پھر سال۔ تمہیں یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ پہلے سال کے ۳۰۴ دن تھے اور صرف دس مہینے۔ سال کا پہلا مہینہ مارچ سے شروع ہوتا تھا۔ رومن بادشاہ "نیوماپامپلس" نے سال میں دو مہینوں کا اضافہ کیا جنوری کو گیارھواں مہینہ اور فروری کو بارھواں مہینہ بنایا۔ اس سے پہلے فروری کے تیس دن تھے جولیس سیزرس نے ایک دن کم کرکے پانچویں مہینے میں ایک دن کا اضافہ

کیا اور اسے اپنا نام دیا "جولائی" (پہلے یہ پانچواں مہینہ تھا)
"کیا ہر مہینے کے نام کی کوئی وجہ ہے ؟"
"جی ہاں ضرور ہے۔"
"تو آپ بارہ مہینوں کی کہانی سنایئے۔"
"دیکھو! غور سے سننا اور بیچ میں بولنا نہیں ——"
"ہم بالکل چپ رہے ہیں ——"
"شاباش! کہا جاتا ہے کہ "جنوری" یہ نام قدیم رومن دیوتا "جینس" JENUS کے نام پر رکھا گیا ہے. اس دیوتا کے دو منھ تھے ایک ماضی (گذرا ہوا زمانہ) کی طرف اور دوسرا مستقبل (آنے والا زمانہ) کی طرف تھا۔

"فروری" یہ نام پرانے لیٹین لفظ "فیبرواسس" سے لیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے "پاک کرنا" کہا جاتا ہے کہ جب مارچ پہلا مہینہ تھا (پرانے دس مہینوں کے سال میں) اور فروری آخری مہینہ۔ تب رومن لوگ پاک صاف ہونے کا جشن مناتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ نئے سال (اس زمانہ میں مارچ مہینہ سے نئے سال کی شروعات ہوتی تھی) کا استقبال "پاک وصاف" ہوکر کرنا چاہیئے۔

" مارچ " مہینے کا نام " مارس " دیوتا کے نام سے رکھا گیا ہے۔ یہ جنگ کا دیوتا ہے اور ساتھ ہی زراعت کا دیوتا۔ یہ بہت غصیلا سمجھا جاتا ہے۔ اس کی داڑھی بہت لمبی ہے۔ ہاتھ میں بھالا اور ڈھال تھامے یہ کھڑا رہتا ہے۔ اس زمانے میں روم کے کسان اس کی پوجا کرنے کے بعد ہی کھیتی کا کام شروع کرتے تھے۔ وہاں مارچ سے برسات کا موسم شروع ہوتا تھا۔

" اپریل " یہ نام لیٹین زبان کے لفظ " اپرائر " سے لیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے " آغاز کرنا " رومن لوگ یکم اپریل کو " آل فولز ڈے " (بے وقوفوں کا دن) مناتے تھے۔ دنیا کے ہر ملک میں آج بھی اپریل فول بنانے کا رواج قائم ہے۔

" مئی " یہ مہینہ رومن دیوی " مئے یا " کے نام سے منسوب ہے۔ یہ دیوتا " اٹلس " کی بیٹی ہے جس نے اپنے کندھوں پر زمین اٹھا رکھی ہے۔

" جون " یہ نام جو پیٹر دیوتا کی رانی " جونو " کے نام سے رکھا گیا ہے۔ جو جنت کی رانی مانی جاتی ہے اور اس کا رتھ خوبصورت مور چلاتے ہیں۔

" جولائی " جیساکہ پہلے بتایا گیا ہے " جولیس سیزرز " کے نام

سے منسوب ہے۔

"اگست" روم کے بہادر راجہ "آگسٹس" کے نام سے منسوب ہے۔ پہلے جب یہ چھٹا مہینہ تھا اس کا نام تھا "ساکٹسلس" دو مہینوں کے اضافہ کے بعد یہ آٹھواں مہینہ بنا اس لیے نام میں تبدیلی ہوئی۔

"ستمبر" کا مطلب ہے "ساتواں" اور "اکتوبر" کا مطلب ہے "آٹھواں"۔ سال میں دو مہینوں کے اضافہ کے باوجود ان کے نام پرانے ہی قائم رہے کسی نے ان کے نام تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ "نومبر" اور "دسمبر" کا بھی یہی حال ہے۔ ان کا مطلب بھی نواں اور دسواں ہی ہیں جو اب تک دنیا میں قائم ہیں۔"

"ڈیڈی! ایک آئیڈیا ہے ——" منّے میاں کچھ سوچ کر بولے کہ "ستمبر سے دسمبر تک مہینے خالی ہیں۔ ہم ایسا نہیں کرسکتے کہ ستمبر کو دادی اماں کا نام۔ اکتوبر کو آپ کا۔ نومبر کو ممّی کا اور دسمبر کو میرا نام۔"

"نہیں بیٹے! یہ ممکن نہیں۔ ۱۵۸۲ء میں "گریگری" نے صحیح کلینڈر بنایا جو آج تک استعمال ہوتا ہے اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔

"تب میں نیا کلینڈر بناؤں گا"

"بہت اچھا خیال ہے" ڈیڈی بولے "جب تک تم منّے میاں سے منور حسین خان بن جاؤ گے اور اس کلینڈر کا نام ہوگا منور کلینڈر ——"

منّے میاں خوشی سے اچھلتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بھاگے شاید نیا کلینڈر بنانے کا کام انھوں نے ابھی سے شروع کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے "جو کل کرنا ہے وہ آج کر اور جو آج کرنا ہے وہ ابھی ——" دنیا میں سب سے قیمتی شے وقت ہے اور وقت گزر جانے کے بعد واپس نہیں آتا۔

نیا کلینڈر

منّے میاں کے دماغ میں یہ بات گھر کرگئی تھی کہ انھیں نیا کلینڈر بنانا ہے۔ ڈیڈی نے ان سے کہا تھا کہ پہلے اپنا ٹائم ٹیبل بناؤ۔ دو گھنٹے محنت کے بعد منّے میاں نے اپنا کلینڈر بنالیا۔

صبح ۶ بجے ـــــ نیند سے بیدار ہونا

۶ سے ۶½ بجے تک ـــــ ضروریات سے فارغ ہونا

۶½ سے ۷½ ـــــ انگریزی کی پڑھائی

۷½ سے ۸½ ـــــ حساب

۸½ سے ۹½ ـــــ دیگر مضامین

۹½ اسکول کے لیے روانگی

۱۰ سے ۵ اسکول

۵½ ـــــ گھر واپسی

۵½ سے ۶½ ـــــ آرام

۶½ سے ۷½ ـــ سائنس کی پڑھائی
۷½ سے ۸ ـــ تاریخ کی پڑھائی
۸ بجے ـــ رات کا کھانا
۸ سے ۹ بجے ـــ پڑھائی اور بعد میں سو جانا
"کیوں ڈیڈی! کیسا ٹائم ٹیبل بنایا؟"
" اس میں عبادت ، ورزش ، کھیل کود اور تفریح کے لیے کوئی وقت نہیں؟" ڈیڈی: نے پوچھا۔
" کھیل کود اور تفریح؟"
" ہاں بیٹے! یہ بہت ضروری ہے اور ہاں ساتھ ساتھ عبادت بھی۔ ہر مذہب انسان کو سیدھی راہ پر چلنے کی تعلیم دیتا ہے۔ انسان اسی لیے پیدا ہوا ہے کہ وہ دنیا میں اچھے کام کرے دوسروں کی مدد کرے ہر ایک کے کام آئے۔ برائیوں سے دور رہے اس لیے صبح نیند سے بیدار ہوتے ہی اپنے اپنے طریقہ سے عبادت کرنا چاہیئے۔ پھر ورزش۔ سب سے اچھی ورزش ہے کھلی ہوا میں چہل قدمی کرنا۔ صبح سویرے کی تازہ ہوا میں وہ تازگی ہوتی ہے کہ انسان تروتازہ ہوجاتا ہے ہرے بھرے باغات اور لان دیکھنے سے نظر تیز ہوتی ہے۔ اس کے بعد نہانا

ضروری ہے۔ ہمارے بدن میں باریک مسامات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ پسینہ خارج ہوتا ہے اگر ہم نہانا بند کردیں تو وہ مسامات بند ہوجائیں گے اور جلد پر میل جم جائے گا اس سے کئی بیماریاں ہوسکتی ہیں۔ نہانے سے پہلے آنکھ، ناک، منھ اور دانتوں کی صفائی ضروری ہے۔ وہ کہتے ہیں نہ " تن پاک تو من پاک "

کھانا کھانے کے لیے بھی وقت مقرر کرلینا ضروری ہے۔ جب خوب بھوک لگے تب کھائیں اور تھوڑی بھوک باقی رہے تو کھانا چھوڑ دیں۔ کھانے میں سبز ترکاریاں، ساگ پات، دالیں دہی، چھاچھ کا استعمال ضروری ہے۔ گوشت، مچھلی، انڈے، عمدہ غذا ہیں لیکن صرف گوشت، انڈے ہی زیادہ عرصہ تک کھانا صحت کے لیے مناسب نہیں ان کے ساتھ سبزی، دالیں بھی ضروری ہیں۔

دن بھر کی محنت مشقت کے بعد تھوڑی سی تفریح ضروری ہے۔ کبھی ٹی، وی دیکھئے۔ ناٹک، سنیما دیکھ آیئے لیکن " کام کے وقت کام اور تفریح کے وقت تفریح "

اور پھر رات میں آرام کے لیے نیند ضروری ہے

تھکن دور کرنے کا یہ قدرتی طریقہ ہے۔ آرام دہ نیند کے بعد انسان چست و چالاک ہوجاتا ہے اور نئے سرے سے کام کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ —"

"تب تو میرا سارا ٹائم ٹیبل غلط ہوگیا"

"بالکل۔ صرف کھانا پینا۔ پڑھنا اور سوجانا زندگی نہیں —"

"بات سمجھ میں آگئی — میں دوبارہ ٹائم ٹیبل بناؤں گا اور جب ٹائم ٹیبل بن جائے گا تب نیا کلینڈر بنانے کا کام شروع کردوں گا —"

"میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہے۔ زندگی میں کوئی نیا کام کرو اپنے خاندان کا نام روشن کرو —"

"میرا تو نام ہی منور حسین خاں ہے —" منّے میاں نے بڑے فخر کے ساتھ کہا "میں ضرور کوئی بڑا کام کروں گا اور اپنے خاندان کا نام روشن کروں گا۔"

بلیک بیلٹ منّے میاں

منّے میاں اپنے کلینڈر کے مطابق کچھ دنوں تک اپنے آنگن
میں دوڑ لگاکر ورزش کرنے لگے پھر اکتا گئے اور ڈیڈی سے کہا
" ڈیڈی! پڑوس کے منی رام انکل کا بیٹا جوڈو کلب میں جاتا ہے
کیا ہم بھی جائیں ——"

" کیوں نہیں ضرور جایئے "

" اس کے بارے میں کچھ معلومات دیجئے "

" جوڈو کو سب جاپانی سمجھتے ہیں لیکن یہ خالص ہندوستانی
ہے۔ دراصل بودھ بھکشوں نے جوڈو، کنگ فو اور کراٹے
جیسے فنون کی بنیاد ڈالی اور وہی اسے جاپان بھی لے گئے"

" لیکن انھیں یہ سیکھنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ "

" وہ لوگ پرچار کے لیے دور دراز مقامات پر جاتے تھے
انھیں اپنی حفاظت کے لیے کسی ایسے طریقے کی ضرورت تھی جس

میں ہتھیار کا استعمال بھی نہ ہو اور صرف ہاتھوں اور پاؤں سے
حملہ آور کا مقابلہ کیا جاسکے ۔ وہ جہاں جہاں گئے انھوں نے بدھ
دھرم کا پرچار بھی کیا اور اپنے ساتھیوں کو یہ ہنر بھی سکھایا۔
اسے مارشل آرٹ بھی کہتے ہیں۔ان کی بنیاد یوگا ورزشوں پر ہے۔ عام
انسان بھی اسے آسانی سے سیکھ سکتا ہے ۔"

"اس سے فائدہ کیا ہوتا ہے ؟"

"آدمی طاقتور ، چالاک اور پھرتیلا بن سکتا ہے "

"کیا میری عمر کے بچے بھی اسے سیکھ سکتے ہیں ؟"

" ویسے تو اسے کسی بھی عمر میں سیکھا جاسکتا ہے لیکن ٦ سے
١٤ سال کی عمر میں مارشل آرٹ سیکھنے کے لیے بہت مناسب ہے"

"پہلے دکیسے سکھایا جاتا ہے ؟"

"پہلے ورزش سکھائی جاتی ہے ان ورزشوں کے نام ہیں
" راندوری " اور " نے واجا " ۔

" کیا جوڈو سیکھنے والے برف یا اینٹ ایک وار سے توڑ
سکتے ہیں ؟ "

" اس کے لیے مشق کی ضرورت ہے—"

"جوڈو کس ملک میں مقبول ہے ؟ "

" جاپان میں ـــــ وہاں اس میں بہت ترقی ہوئی ہے ۲۹ ممالک میں جوڈو مقبول ہے اور اب تو اس کے باقاعدہ مقابلے ہونے لگے ہیں ـــــ اب اسے مقبول عام کھیل کا درجہ مل چکا ہے۔"

" اور دوسرا ایک کھیل ؟"

" کنگ فُو "

" یہ کیا ہے ؟ "

" یہ کھیل انسان نے جانوروں سے سیکھا ہے۔ جانور جس طرح اپنی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح سے اس کھیل میں انسان بھی اپنی حفاظت کرتا ہے۔"

" وہ کیسے ؟ " منّے میاں نے پوچھا۔

" تم نے فلموں میں سانپ۔ شیر اور دوسرے جانوروں کی لڑائی دیکھی ہوگی ؟"

" ہاں دیکھی ہے۔"

" اس آرٹ میں بھی انسان شیر، سانپ، ایگل کے انداز میں چھلانگ لگاکر سامنے والے سے مقابلہ کرتا ہے۔ اس میں اسی لیے ٹائیگر، اسنیک، ایگل اسٹائل موجود ہیں "

" یہ کھیل کہاں مقبول ہے ؟"

"چین میں بہت زیادہ مقبول ہے"

"اور کراٹے ؟"

"اس میں صرف ہاتھوں سے مقابلہ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کیرالا کے راجہ ولبھ رائے نے اس کھیل کی بنیاد ڈالی۔"

"اور کوئی کھیل ؟"

"تایا کواندے"

"یہ کیا ہے ؟"

"اس میں ہاتھ سے زیادہ پاؤں کا استعمال ہوتا ہے"

"یہ کس ملک میں عام ہے ؟"

"کوریا میں"

"اور کچھ بتایئے" ـــــ منّے میاں کی مارشل آرٹ میں دلچسپی بڑھ گئی وہ غور سے سننے لگے۔

"ایک کھیل ہے جُوجُتسو ـــــ یہ جاپان میں مقبول ہے اس میں سامنے والے آدمی کو اٹھا کر پھینک دینے میں زور دیا جاتا ہے اور ایک آرٹ کینڈو ـــــ یہ لاٹھیوں سے لڑنے کا آرٹ ہے لیکن اس میں چھوٹی لاٹھیوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔"

"منی رام انکل کا بیٹا اپنے آپ کو بلیک بیلٹ کہتا ہے یہ کیا

بات ہے ؟"

"اس کا مطلب ہے اب وہ اپنے فن میں ماہر ہوگیا۔ مارشل آرٹ میں نئے سیکھنے والے کو سفید بیلٹ دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پیلا پھر نارنگی، ہرا، نیلا، بھورا اور آخر میں کالا۔"

"تو میں بھی بلیک بیلٹ حاصل کروں گا ——" منّے میاں نے اعلان کیا۔

"ضرور —— تم بھی بلیک بیلٹ حاصل کرسکتے ہو لیکن اس کے لیے محنت اور لگن کی ضرورت ہے ——"

اب یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ دوسرے ہی دن سے منے میاں منی رام انکل کے بیٹے گرجا شنکر کے ساتھ مارشل آرٹ کلب جانا شروع کردیا۔

منے کلکٹر صاحب

جشن آزادی کی پریڈ دیکھنے کے لیے منے میاں پولیس پریڈ گراؤنڈ گئے۔ گراؤنڈ پر بڑی رونق تھی۔ پولیس کا بینڈ بج رہا تھا پولیس، ہوم گارڈ، این سی سی کے کینڈیڈیٹز اپنی صاف ستھری وردیوں میں گراؤنڈ کے بیچ کھڑے ہوئے تھے۔ ضلع کلکٹر صاحب کے آنے کا انتظار تھا۔

ٹھیک ۹ بجے کلکٹر صاحب اپنی لال بتّی کی کار میں آگئے۔ آتے ہی انھوں نے ترنگا لہرایا۔ بینڈ نے " جن گن من " کی دھن بجائی سب نے کھڑے ہوکر قومی نشان کو سلامی دی۔

اس کے بعد کلکٹر صاحب نے پریڈ کا معائنہ کیا۔ معائنے کے بعد پریڈ شروع ہوگئی۔ کلکٹر صاحب " سلامی منچ " پر کھڑے ہوکر پریڈ کی سلامی لینے لگے۔

پریڈ کے بعد پولیس کے سپاہیوں، کھلاڑیوں وغیرہ کو انعامات

دیے گئے۔

منے میاں کلکٹر صاحب کی شان دیکھ کر حیران ہوگئے اور دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ وہ بڑے ہوکر ضلع کلکٹر بنیں گے۔ گھر آتے ہی انھوں نے اعلان کردیا "ڈیڈی ! میں ضلع کلکٹر بننا چاہتا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے ؟"

"کیوں نہیں" ڈیڈی نے کہا ۔

"اس کے لیے کیا کرنا ہوگا ؟" انھوں نے پوچھا۔

"دل لگاکر پڑھائی "

"وہ تو میں کرتا ہی ہوں "

"اور زیادہ محنت کرنا پڑے گا۔ اسکول کے بعد ہائی اسکول اور کالج میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہونا پڑے گا۔ جب تم گریجویٹ ہوجاؤ گے ... "

"گریجویٹ یعنی ــــــ"

"اس کا مطلب ہے جب تمہیں بی۔اے ، بی۔ایس۔سی ،بی کام یا دوسری ڈگری مل جائے گی تو تم گریجویٹ بن جاؤ گے "

" اور اس کے بعد کلکٹر ؟ "

" نہیں تمہیں یونین پبلک سروس کمیشن کے مقابلے کے امتحان

میں بیٹھنا ہوگا "

"جوڈو کرانے کا مقابلہ ؟" منے میاں نے پوچھا ۔

" نہیں ـــ پڑھائی کا مقابلہ "

" یہ کیسا ہوتا ہے ؟ "

" یہ ایک طرح کا امتحان ہوتا ہے ۔ پہلے ابتدائی امتحان ہوتا ہے اس میں کامیاب ہونے کے بعد دوسرے ایک امتحان میں شریک ہونا ہوتا ہے اور امتحان میں کامیابی کے بعد تمہیں انٹرویو کے لیے بلایا جاتا ہے ـــ"

" وہ کیوں ؟ "

" یہ دیکھنے کے لیے کہ تم میں بات چیت کرنے کا سلیقہ ۔ اٹھنے بیٹھنے کے آداب ۔ کسی بات کو سمجھ کر فیصلہ کرنے کی قوت ہے یا نہیں "

" اور اس کے بعد "

" اگر تم کامیاب ہوگئے تو آئی۔اے۔ایس کہا جاتا ہے۔ پہلے تم اسسٹنٹ کلکٹر بن کر انتظامیہ کا تجربہ حاصل کرتے ہو اور بعد میں کلکٹر ـــ "

" بہت کتابیں پڑھنی پڑتی ہیں ؟ "

"ہاں! اس کے علاوہ اخبارات، معلوماتی رسائل بھی پڑھنے ہوتے ہیں ـــــ"

"میں کلکٹر بنوں گا"

"ضرور ـــــ ہم نے اس سے پہلے بھی تمہیں بتایا ہے کہ تم وہی ہو جو ہونا چاہتے ہو ـــــ"